تنزیل و تاویل

سورۃ البقرہ

(۲)

(از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

ایمان کے لیے کفر سے برأت اور بیزاری شرط ہے

امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ ومتعنا بعلومہ وبرکاتہ اپنے ایک طویل مکتوب میں جو عقائد اسلامیہ کی تحقیق میں قلم مبارک سے نکلا ہے فرماتے ہیں :-

ایمان عبارت از تصدیق قلبی است بانچه از دین بطریق ضرورة و تواتر بما رسیده است و اقرار لسانی نیز رکن ایمان گفته اند که احتمال سقوط دارد و علامت این تصدیق تبری است از کفر و بیزاری از کافری و آنچه در کافری است از خصائص و لوازم آن همچنان بستن زنار و مثل آن و اگر عیاذاً بالله سبحانه با دعوای این تصدیق تبرا از کفر نماید مصدق دینین است که براغ ارتداد متسم است و فی الحقیقت حکم او

ایمان ان چیزوں کی تصدیق قلبی کا نام ہے جو امور دین سے بطریق بداہت و تواتر ہم تک پہنچی ہیں۔ علماء اقرار لسانی کو بھی ایمان کا رکن بتلاتے ہیں مگر یہ رکن بعض حالات میں مثلاً حالت اکراہ وجبر میں ساقط ہوجاتا ہے۔ کفر اور کافری اور اس کے خصائص و لوازم جیسے زنار باندھنا ان سب سے تبری اور بیزاری ایمان اور تصدیق کی علامت ہے اور اگر کوئی شخص باوجود اس تصدیق کا دعویٰ کرنے کے کفر سے

حکم منافق است لاالی ھٰؤلاء ولاالی ھٰؤلاء پس در تحقیق
ایمان او تبری کفر چارہ نبود ادنائی آن تبری قلبی است
و اعلائے آن تبری قلبی و قالبی و تبری عبارت از دشمنی
است با دشمنان حق جل وعلا آں دشمنی خواہ بقلب
بود اگر خوفی از ضرر ایشان داشتہ باشد خواہ بقلب
و قالب ہر دو در وقت عدم آن خوف گر مسیر
یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ
وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ مؤید این معنی است چہ محبت
خدائے عز وجل محبت رسول او علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ
والتسلیمات بے دشمنی دشمنان صورت نہ بندد ع
تولّٰی بے تبرّٰی نیست ممکن
این جا صادق است ۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام اینہمہ بزرگی کہ یافت و شجرۂ انبیا گشت
بواسطہ تبری از دشمنان او تعالیٰ بودہ. قال اللہ تعالیٰ
قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ
وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا
مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا
بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ

تبری اور بیزاری نہ ظاہر کرے تو وہ دو متضاد دینوں کی
تصدیق کرنیوالا ہی جو داغ ارتداد سے آلودہ ہے اور حقیقت میں
شخص منافق کے حکم میں ہے نہ اِدھر نہ اُدھر پس ایمان کے ثابت کرنیکے
لیے کفر سے تبری ضروری اور لابدی ہے جس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ
دل سے تبری اور بیزاری ہو اور تبری کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ
وہ تبری قلب اور قالب یعنی زبان اور دل ظاہر اور باطن دونوں سے ہو
اور تبری کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے دشمنوں کے
ساتھ دشمنی کرنا خواہ وہ دشمنی فقط قلب سے ہو اگر کافروں
کے ضرر کا اندیشہ ہو اور خواہ قلب اور قالب یعنی زبان
اور دل دونوں سے وہ دشمنی ہو جبکہ ان کے ضرر کا کوئی
اندیشہ نہ ہو اور یہ آیت کریمہ (اے نبی تم کافروں اور
منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو) اس معنی کی
مؤید ہے اس لیے کہ خدائے عز وجل اور اس کے
رسول کی محبت اُس کے دشمنوں سے عداوت اور دشمنی
کے بغیر متصور اور ممکن نہیں (مصرع)
تولّٰی بے تبرّٰی ہو نہیں سکتا
یہاں بالکل راست آتا ہے ۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام نے یہ جو کچھ بزرگی پائی اور شجرۂ انبیاء ہوئے

أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ ۔ یہ سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبری اور بیزاری

(مکتوبات دفتر اول صفحہ ۳۲۵ مکتوب ۲۶۶) ہی کی وجہ سے اُن کو حاصل ہوئی حق تعالیٰ فرماتے ہیں

تحقیق تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں میں اسوۂ حسنہ ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے یہ کہا کہ ہم بالکل بری ہیں تم سے اور ان چیزوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو سوائے خدا کے اور ہم تمہاری تکذیب کرتے ہیں اور ظاہر ہوئی ہمارے اور تمہارے درمیان میں عداوت اور بغض ہمیشہ کے لیے تا وقتیکہ تم تصدیق کرو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی۔

یہ آیتیں سورۂ ممتحنہ کی ہیں۔ یہ سورت بظاہر اسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے نازل ہوئی ہے حاطب بن ابی بلتعہ، جو صحابۂ بدریین اور مہاجرین میں ہیں اُن کے اہل و عیال مکہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے متعلقین کی حفاظت کی خاطر اہل مکہ کو ایک خط لکھ کر خفیہ طور پر روانہ کیا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس راز کی خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ پر حملہ کا ارادہ فرما رہے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی کے اس خط کی اطلاع ہوگئی اور وہ خط پکڑا گیا۔ حاطب بلائے گئے تو آپ نے یہ عذر کیا کہ یا رسول اللہ قسم ہے عالم الغیب والشہادہ کی یہ فعل میں نے مسلمانوں کی بدخواہی کے خیال سے نہیں کیا۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ مہاجرین کی تو مکہ میں قرابت اور رشتہ داری ہے اس قرابت کی وجہ سے اُن کے مال و اولاد مکہ میں محفوظ ہیں مگر اہل مکہ سے میری کوئی قرابت نہیں میں دوسری جگہ کا باشندہ ہوں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ ظاہری طور پر اہل مکہ کے ساتھ احسان کروں تاکہ اس صلہ میں وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ باقی اس کا مجھکو یقین کامل ہے کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند ہوگا اور اس کا رسول ہی مظفر و منصور اور فتحیاب ہوگا اور اس کا سچا دین ہی سب دینوں پر غالب ہوگا۔ میرے اس خط سے اسلام کا تو ذرہ برابر کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور میرا ایک کام نکل آئے گا۔ اس پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی طرف مخاطب ہو کر یہ ارشاد فرمایا:۔

اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكُمْ (بخاری صفحہ ۲۶۶) یقیناً اس نے بلاشبہ تم سے سچ کہا ہے۔

اس پر یہ سورت نازل ہوئی :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ

اے مومنو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو ہرگز مت دوست بناؤ کہ تم ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔

حاطب بن ابی بلتعہ مہاجری اور بدری ہونے کی وجہ سے بلا شبہ جنتی اور بہشتی ہیں، بمقتضائے بشریت ان سے یہ لغزش ہوگئی، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکیدی الفاظ کے ساتھ اُن کا صادق العذر ہونا بھی بیان فرما دیا، یعنی انہ قد صدق فکم میں ان کے صدق کو دو حرف تحقیق ایک ان اور دوسرے قد کے ساتھ ظاہر فرما دیا۔ مگر باہمہ حق تعالیٰ شانہ کو کفار کے ساتھ اُن کی یہ محض ظاہری اور صوری موالاۃ ناپسند ہوئی اور یہ سورت نازل فرما کر بتلا دیا کہ کفار کے ساتھ یہ صوری اور ظاہری موالاۃ بھی نہ چاہیئے بلکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان پر ایمان لانے والوں کی طرح کفار سے تبرّی اور بیزاری اور بغض اور عداوت کا اعلان ضروری اور لازم ہے یہ سورت اول سے آخر تک خدا کے دشمنوں سے تبرّی اور بیزاری ہی کے احکام پر مشتمل ہے۔ قال تعالیٰ :۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ۔

کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دعوے کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو تیری طرف اتارا گیا ہے اور اس پر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا تھا، مگر چاہتے ہیں کہ اپنا معاملہ فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کے پاس لے جائیں۔ حالانکہ اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

اس آیت شریفہ سے صراحتہً یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق کے بعد طاغوت کے ساتھ کفر اور اس کی تکذیب اور اس سے برات اور بیزاری کا بھی حکم ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سوتے ہوئے بیدار ہو جائے اگر وہ دس بار بسم اللہ اور دس بار سبحان اللہ اور دس بار آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالطَّاغُوتِ (تصدیق کی

ہیں نے اللہ کی اور تکذیب کی ہیں نے طاغوت یعنی شیطان کی) پڑھے تو وہ ہر خوفناک چیز سے محفوظ رہیگا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر) حصن حصین ص۶۷

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا منشا رمبارک یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی تصدیق اور اس کے دشمنوں سے برات اور بیزاری قلب میں ایسی راسخ ہو کہ ایسی غفلت کے وقت میں بھی اس سے ذہول اور غفلت نہ ہونے پائے۔

وقال تعالیٰ شانہ

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ (سورۃ مومن)

جب انھوں نے ہماری قوت کا مظاہرہ دیکھا تو پکار اٹھے کہ ایمان لائے ہم خدائے واحد پر اور کفر کیا ہم نے ان چیزوں سے جن کو ہم شریک کرتے تھے۔ مگر ہماری قوت کا مظاہرہ دیکھنے کے بعد ان کا ایمان لانا ان کے لیے ہرگز نفع نہ ہوا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں رہی ہے۔ چنانچہ اس جگہ کافر نامراد ہوئے۔

اس آیت شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک اور مشرکین سے تبری اور بیزاری اگر مشاہدۂ عذاب سے پہلے کرتے تو وہ ان کے لیے مفید اور نافع ہوتی مشاہدۂ عذاب کے بعد اس کا وقت نہیں رہا۔

حق جل شانہ نے قرآن کریم میں جابجا مہاجرین کی جو ثنا و تعریف فرمائی ہے وہ بھی اسی تبری اور کفر سے بیزاری کی بدولت ہے کہ کفر سے اس قدر بیزار ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے وطن مالوف اور آباء و ابناء اور اخوان و خلان اور ازواج و قبائل سب ہی سے الگ ہو گئے اور علیٰ ہذا اصحاب کہف کا سوائے ہجرت اور اعتزال عن الکفار کے کوئی اور عمل ایسا نمایاں نہیں کہ اسکی جانب اس منقبت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ کو منسوب کیا جا سکے۔ اصحاب کہف کو یہ تمام درجات و فضائل صرف دشمنان حق جل و علیٰ سے ہجرت کی بدولت حاصل ہوتے ہیں۔

غلبۂ اعداء اور ہجوم دشمن کے وقت سپاہیوں کی معمولی نقل و حرکت بھی بہت وقعت رکھتی ہے بخلاف زمانہ امن و سکون کے کہ اُس وقت کی غیر معمولی نقل و حرکت بھی کسی شمار میں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنفوان شباب کی عبادت زمانہ پیری کی عبادت سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اس لیے کہ زمانہ شباب میں دشمنان دین یعنی نفس امّارہ اور شیطان لعین کا غلبہ اور ہجوم ہوتا ہے۔ شیاطین اور شہوات کا لشکر ہر طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ دشمنان دین کے مقابلہ ہی کی وجہ سے زمانہ شباب کی عبادت پر عرش کے سایہ میں جگہ دینے کا وعدہ آیا ہے کہ جس دن سوائے عرش رحمٰن کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس عظیم الشان مسئلہ کے متعلق دل چاہتا ہے کہ کچھ اور لکھا جائے مگر اس اندیشہ سے کہ یہ تطویل موجب ملال نہ ہو اس لیے اس شعر پر ختم کرتا ہوں ؎

اندکی پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ایمان کی صورت اور اسکی حقیقت حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان ایمان کی صورت ہے۔ اور اطمینان نفس یعنی نفس کا مطمئن ہوجانا یہ ایمان کی حقیقت ہے۔ اطمینان نفس سے یہ مراد ہے کہ مقتضائے شریعت مقتضائے طبیعت بن جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:۔

لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسکی طبعی خواہش میری شریعت کے تابع نہ ہوجائے

اس حدیث میں ایمان سے یہی اطمینان نفس مراد ہے یعنی نفس اس درجہ مطمئن ہوجائے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ہر حکم اُس کو لذیذ اور شیریں معلوم ہو اور اسکی معصیت اور نافرمانی کا ادنیٰ سا خیال اور معمولی سا وسوسہ بھی آگ میں جلنے سے بدرجہا زائد اس پر شاق اور گراں ہو۔ ایمان کی اسی کیفیت اور حالت کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ذاک صریح الایمان (یہی کھلا ہوا ایمان) فرمایا ہے۔

حاشا وکلا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں کہ معصیت کا وسوسہ صریح ایمان ہے ورنہ ہم فاسق اور بدکاروں کے ایمان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان سے زیادہ صریح اور جلی ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ ہمارے نفوس تو ہر وقت اسی معصیت کے لیے جولانگاہ بنے رہتے ہیں بلکہ معصیت کے وسوسہ اور خیال کا قلب پر اس درجہ شاق اور گراں ہونا کہ آگ میں جل جانا اس سے آسان معلوم ہو معصیت کی اسی گرانی اور ناگواری کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صریح ایمان فرمایا ہے۔ قَالَ تعالیٰ :-

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۔

اس وجہ سے کہ انھوں نے اُس چیز کا اتباع کیا جو خدا کی ناراضی کی موجب ہے اور خدا کی رضامندی کو مکروہ سمجھا اور اس سے نفرت کی۔ حق تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال حبط کر دیئے۔

پس جس طرح خدا کی رضا اور اطاعت سے کراہت اور ناگواری اور اس سے نفرت تمام اعمال کو حبط کر دیتی ہے۔ اسی طرح خدا کی معصیت اور اسکی نافرمانی کی کراہت اور اس کے وسوسہ اور خیال ہی سے نفرت اور بیزاری ایمان کو صریح اور روشن اور جلی بنانی ہے۔ اس قسم کا ایمان خاص صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا حصہ تھا جس کو حق جل شانہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے :-

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے اگر وہ بہت سے امور میں تمہاری بات مانے تو تم مشقت میں پڑجاؤ لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کو محبوب بنا دیا اور تمہارے دلوں میں اسکو مزین کر دیا اور کفر اور فسق اور نافرمانی کی کراہت اور طبعی ناگواری تمہارے دلوں میں ڈال دی ایسے ہی لوگ بھلائی پانیوالے ہیں محض اللہ کے فضل اور احسان سے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے

حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ اس سوراخ میں اژدہا ہے تو ہرگز اُس میں انگلی نہ ڈالے گا۔ اور اگر کوئی شخص سوراخ پر انگلی رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اژدہے کے وہاں ہونے کا یقین نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو یہ یقین ہو جائے کہ اس معصیت اور اس گناہ سے جہنم کے سانپ اور اژدہے اس کو ڈسیں گے تو پھر اس سے معصیت کا صدور ناممکن اور محال ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی معصیت کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خدا کی وعید اور عذاب پر پورا یقین نہیں۔

حدیث میں ہے کہ لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن۔ زانی ہرگز زنا نہیں کر سکتا جبکہ وہ مومن ہو۔ یعنی اگر اُس کو اس عذاب الٰہی اور عقاب خداوندی کا جو زناکاروں کے لیے مقرر ہے پورا پورا یقین اور کامل اطمینان اور انکشاف ہو جائے تو پھر اس سے زنا کا صادر ہونا ناممکن اور محال ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ اذا زنی العبد خرج منہ الایمان بندہ جب زنا کرتا ہے تو ایمان نکل جاتا ہے۔ اس حدیث میں ایمان سے اسی یقین اور اطمینان کا زائل ہونا مراد ہے۔ اور حق جل شانہ کے اس ارشاد میں:۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر

ایمان اول سے تصدیق قلبی مراد ہے اور دوسرے ایمان سے ایمان نفس یعنی نفس کا مطمئن ہو جانا مراد ہے۔ کما قال تعالیٰ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے ایمان بمعنی یقین و طمینان کو نجات کا مدار نہیں قرار دیا بلکہ اپنی بے پایان رحمت سے ایمان کی صورت یعنی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان ہی کو قبول فرمایا اور فقط تصدیق قلبی اور اقرار لسانی پر جہنم سے نجات اور دخول بہشت کا وعدہ فرمایا۔ ہاں تقرب اور وصول الی اللہ کا مرتبہ بغیر اطمینان نفس اور یقین کامل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایمان صوری اور ظاہری اگرچہ ایمان حقیقی کے لحاظ سے بہت معمولی اور ادنیٰ شے ہے مگر

کفر اور شرک کے اعتبار سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے ۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالیست پیش خاک تود

اسی وجہ سے حدیث میں ہے من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ وان زنی وان سرق

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ داخل ہوا جنت میں اگرچہ زنا اور چوری کرے ۔ معاذ اللہ اس حدیث سے زنا اور سرقہ کی اجازت اور اباحت مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اے لوگو! تم کسی طرح لا الٰہ الا اللہ کہہ کر کفر اور شرک کے دائرہ سے نکل آؤ ۔ زنا اور سرقہ اگرچہ فی حد ذاتہ کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں مگر کفر اور شرک کے سامنے یہ تمام کبائر اور فواحش سب ہیچ ہیں ۔ بخار اور زکام اگرچہ فی حد ذاتہ مرض اور بیماری ہے مگر سل اور جذام کے مقابلہ میں صحت اور عافیت ہے ۔ لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن اور اذا زنی العبد خرج منہ الایمان میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بخار کی طرح زنا کا فی حد ذاتہ مرض ہونا بیان فرمایا ۔ و من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ وان زنی وان سرق میں زنا اور سرقہ کا کفر اور شرک کے لحاظ سے ناقابل التفات ہونا بیان فرمایا ہے ۔ یعنی زنا اور سرقہ کو کفر اور شرک کے ساتھ وہی نسبت ہے جو بخار اور زکام کو سل اور جذام کے ساتھ ہے ۔

ہرقل شاہ روم نے جب ابو سفیان سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حالات دریافت کئے تو اس میں یہ بھی دریافت کیا کہ کیا کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپ کے دین سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے ؟ ابو سفیان نے کہا نہیں ۔ اس پر ہرقل نے کہا ۔

وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ (بخاری شریف) — ایمان کی یہی حالت ہے جب اس کی بشاشت اور اس کی فرحت اور مسرت قلوب میں سرایت کر جاتی ہے ۔

اس جگہ بشاشت سے وہی اطمینان نفس اور انشراح صدر مراد ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں یہی حقیقی ایمان ہے جس کے بعد انسان کا مرتد ہونا ناممکن اور محال ہے ۔ صوری اور مجازی ایمان کے بعد مرتد ہونا

ممکن ہے مگر حقیقی ایمان کے بعد مرتد ہونا ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرات صوفیہ کرام کا ارشاد ہے :۔

اِنَّمَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ مِنَ الطَّرِیْقِ ، یعنی جز این نیست کہ جو شخص واپس ہوتا ہے وہ راستہ ہی سے واپس ہوتا ہے۔ منزلِ مقصود پر پہونچ جانے کے بعد واپسی ناممکن ہے اور اس دعاء ماثور اللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا لَا یَرْتَدُّ (اے اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں کہ جس کے بعد ارتداد نہ ہو سکے) میں اسی خاص ایمان کی طرف اشارہ ہے ورنہ ایماناً کے بعد لا یرتد کی قید لگانے کی کیا حاجت تھی۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں فرماتے ہیں کہ ایمان کے تین وجود ہیں۔ ایک وجود عینی۔ دوسرا وجود ذہنی۔ تیسرا وجود لسانی۔ اصل ایمان وجود عینی ہے۔ جب بندہ اور خدا تعالیٰ میں حجابات مرتفع ہو جائیں، اُس وقت مومن کے قلب میں ایک نور حاصل ہوتا ہے وہی نور ایمان کا وجود عینی ہے کما قال تعالیٰ :۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ — اللہ دوست ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لائے نکالتا ہے ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف۔

جب کوئی جدید حجاب مرتفع ہوتا ہے اتنا ہی یہ نور کامل اور قوی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اسلام کے متعلق اسکو شرح صدر ہو جاتا ہے اور نبی کریم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا صدق اس کے نزدیک آفتاب سے زائد بدیہی اور روشن اور جلی ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ :۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ — جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ اپنے پروردگار کی جانب سے ایک نور پر ہے۔

اور یہی نور قیامت کے دن صراط پر رہنمائی کریگا۔ کما قال :۔

نُوْرُهُمْ یَسْعٰى بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ — ان کا نور ان کے سامنے اور دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔

ایمان کا نورٌ علیٰ نورٍ ہونا اہل ایمان قیامت کے دن محسوس کریں گے اور جو لوگ اس دار دنیا میں نور ایمان سے محروم اور ظلمات کفر میں گھرے ہوئے ہیں وہ قیامت کے دن بھی اس نور سے محروم رہیں گے

کما قال تعالیٰ :-

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ — جسکو خدا نے نور نہیں دیا پھر اسکے لیے کہیں نور نہیں۔

قیامت کے دن تو ایمان کا نور ہونا سب ہی کو معلوم ہوجائے گا مگر اس دار دنیا میں جب کبھی کسی عارف اور صاحب بصیرت کو ایمان رویائے صالحہ یا کشف سے مکشوف ہوا ہے تو وہ نور ہی کی شکل میں مکشوف ہوا۔

فلسفی کو منکرِ حنانہ است — از حواس انبیاء بیگانہ است

اور اس نور کا مطالعہ اور تصور یہ ایمان کا وجود ذہنی ہے اور لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت دینا یہ ایمان کا وجود لسانی ہے۔ ایمان کا محض لسانی وجود بغیر اس نور کے مفید اور کارآمد نہیں۔ جیسا کہ پیاسے کے لیے آب زلال کا فقط تلفظ کافی نہیں جب تک کہ اس سے سیراب نہ ہو باقی

مرآۃ المثنوی

مرتبہ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ

مثنوی مولانا روم

کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے معارف اور انکی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشاء جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں ایک بسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کردی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ کاغذ کتابت۔ طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت عہ سکہ انگریزی لعہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمائیے